اسلامی تہذیب کے فروغ میں اردو زبان کا حصہ

ڈاکٹر جاوید اقبال

اسلامی تہذیب کے فروغ میں عربی اور فارسی کے بعد سب سے اہم، موثر اور نمایاں کردار اردو زبان کا رہا ہے بلکہ اردو تو وہ زبان ہے جو اسلامی تہذیب کے فروغ کے نتیجے میں ہی معرض وجود میں آئی۔ اردو زبان نے اسلامی تہذیب ہی کے گھر جنم لیا اور اسی کی گود میں پروان چڑھی۔ چنانچہ اردو زبان دنیا کی واحد زبان ہے جس کو اسلامی تہذیب نے جنم دیا اردو زبان عربی، فارسی، ترکی اور برصغیر کی زبانوں برج بھاشا اور سنسکرت کے باہمی اختلاط کا نتیجہ ہے۔ دوسرے الفاظ میں عربی اور عجمی تہذیب نے جب ہندی تمدن کے ساتھ معانقہ کیا تو اردو زبان پیدا ہوئی۔ اردو زبان ہندو مسلم ثقافت کا نکتہ عروج اور نکتہ اتصال ہے۔
چونکہ عربی اور فارسی کے اندر پروان چڑھنے والے اسلامی علوم، تفاسیر، فقہ، حدیث، تاریخ اور عمرانیات وغیرہ تیزی کے ساتھ اردو میں منتقل ہوئے لہذا برصغیر کے مسلمانوں کے لیے اسلامی علوم و فنون جاننے اور سیکھنے کا بھی معتبر ترین ذریعہ اردو ہی ہے لہذا اسلامی تہذیب کے فروغ اور برصغیر کے مسلمانوں میں اسلامی علوم کے احیا کا ذریعہ اردو کے سوا اور کوئی زبان نہ بن سکی۔ گرچہ برصغیر کی دیگر زبانوں میں بھی اسلامی تہذیب و تمدن کے گہرے نقوش موجود ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں اسلام کا ورود مسعود ساتویں صدی عیسوی میں ہوا، جب ممتاز مسلمان فاتح محمد بن قاسم نے سندھ کے علاقے کو اسلامی مملکت میں شامل کر لیا عربوں کی اس فتح کے سبب سندھی زبان و ادب پر اسلامی تصورات اور عربی زبان و ادب

کے گہرے اثرات ہوتے لیکن اس کے نتیجے میں وہاں کوئی نئی زبان یا اردو جنم نہ لے سکی۔ تاہم عربوں کی اس فتح کے سبب سندھ دارالاسلام کہلایا مگر باقی ماندہ برصغیر کے حصوں پر ان اسلامی نظریات کا کوئی واضح اثر نہ ہوا۔ بہرحال جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے ساتویں صدی عیسوی میں اردو زبان کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اردو زبان برصغیر ہند میں چار سو سال بعد اسلام کے نتیجے میں وجود میں آئی۔

اردو زبان کے پیدا ہونے اور اس کے فروغ حاصل کرنے میں سب سے اہم کردار اسلامی افواج کا ہے۔ اس وقت کے اسلامی لشکر میں عربوں کی نسبت تعداد کے اعتبار سے ترک، افغان اور ایرانی کہیں زیادہ تھے بالخصوص گیارہویں اور بارہویں صدیوں میں افواج اسلام کی قیادت ترکوں اور افغانوں کے ہاتھوں میں رہی۔ سلطان محمود غزنوی کے فرزند نے لاہور کو غزنوی مملکت کا دارالسلطنت بنایا۔ انہی گیارہویں اور بارہویں صدیوں میں سلطان قطب الدین ایبک کے دہلی میں سلطان الہند بننے تک لشکر اسلام کو لاہور اور دہلی کے علاقوں میں وہاں کی موجود قوموں سے روزمرہ کی زندگی میں گفت و شنید کرنی پڑتی تھی۔ افواج اسلام میں زیادہ تر ترک، افغان اور ایرانی تھے اور وہ ترکی اور فارسی زبانیں بولتے تھے۔ اس عہد کی ترکی اور فارسی میں اسلام سے وابستگی کے سبب عربی زبان کا بھی کافی اثر تھا مگر لاہور اور دہلی کے علاقوں میں جو لوگ آباد تھے ان کی زبان یا تو پرانی پنجابی تھی یا بھاشا اور ہندی۔ جب افواج اسلام کو ان لوگوں سے روزمرہ زندگی کے سلسلے میں بات چیت کرنے کی ضرورت پڑی تو ترکی، فارسی، عربی، پنجابی، بھاشا اور ہندی کے میل ملاپ اور ان زبانوں کے الفاظ کے امتزاج سے رفتہ رفتہ ایک نئی زبان وجود میں آئی جسے ابتدا میں "زبان اردوئے معلیٰ" کا نام دیا گیا۔ اس ترکیب میں جیسے کہ ظاہر ہے زبان فارسی کا لفظ ہے اردو ترکی کا لفظ ہے اور معلیٰ عربی کا لفظ ہے۔ رفتہ رفتہ "زبان" اور "معلیٰ" جو اردو کے اس نام کے سابقے اور لاحقے تھے معدوم ہو گئے اور اردو ہی کو بطور زبان قبولیت عامہ حاصل ہو گئی۔ اس اعتبار سے دیکھا جاتے تو اردو زبان کے وجود میں آنے کا سہرا برصغیر میں اسلام کے ورود کے سر ہے یعنی یہ زبان اسلام ہی کے سبب عالم وجود میں آئی سو یہ دنیا بھر میں پہلی ایسی نئی زبان ہے جس کو اسلام نے جنم دیا۔

اردو زبان اپنی تاریخ کے نو صد سالہ دور میں مختلف ارتقائی مراحل سے گزری ایک

مرحلے پر اس نے ریختہ اور ریختی کی شکل اختیار کی۔ ریختہ اور ریختی کا امتیاز برصغیر کے معاشرے میں عورتوں اور مردوں کی علیحدگی کی علامت تھی۔ بہر حال یہ تفریق رفتہ رفتہ مٹ گئی اور اردو زبان صوفیائے کرام کے زیر اثر رشد و ہدایت کا ذریعہ بن گئی۔ برصغیر کے بیشتر مسلمان ہندوؤں سے مسلمان ہوئے ہیں اور یہ سب صوفیائے کرام کے کردار کا اثر تھا۔ مختلف سلسلہ ہائے صوفیائے کرام نے اپنے خیالات کی تشہیر کے لیے اردو زبان ہی کو ذریعے کے طور پر استعمال کیا۔ پس اردو شاعری اور نثر تصوف کے رنگ میں رنگ گئی ہے۔ ان میں خصوصی طور پر نعت اور حمد نے قوالی کی صورت اختیار کی۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو اردو ادب میں تصوف کے زیر اثر عشق رسولؐ کے کئی مظاہر پیدا ہوئے ہیں۔
یہ وہ ادوار ہیں جن میں برصغیر میں ہندو جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے اور مذہب اسلام اختیار کیا۔

سترھویں، اٹھارویں اور انیسویں صدیوں میں بہت سے ایسے جید علما برصغیر میں پیدا ہوئے جنھوں نے نہ صرف قرآن مجید کے تراجم اردو زبان میں پیدا کیے بلکہ تفسیر، حدیث، اور فقہ کے اردو تراجم سے برصغیر کے مسلمانوں میں ایک مخصوص اسلامی عصبیت پیدا کر دی۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو اردو زبان کو نہ صرف اسلام نے پیدا کیا بلکہ اردو زبان ہی کے ذریعے کروڑوں کی تعداد میں ہندو لوگ برصغیر میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے مزید براں قرآن و حدیث اور فقہ کے تراجم اور دینی علوم پر مباحث کے سلسلے میں ایک بہت وسیع اور قابل قدر علمی اور دینی ادب کا ذخیرہ تیار ہو گیا۔ بعض اعتبار سے یہ اتنا وقیع اور بلند پایہ ہے کہ عرب علماء نے بھی اس کی بے ساختہ تحسین کی اور بعض کتب کے عربی میں تراجم کرائے۔

اردو زبان کی اسلامی تہذیب کے فروغ کے سلسلے میں سب سے نمایاں خدمت یہ ہے کہ اسلام کے متعلق برصغیر میں جو جدید افکار وجود میں آئے اس کا وسیلۂ اظہار بھی اردو زبان ہی بنی۔ یہاں میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ انیسویں اور بیسویں صدی میں مغربی نظریات کے زیر اثر عجیب و غریب صورت پیدا ہو گئی۔ وطنی نیشنلزم، کانسٹی ٹیوشنلزم (آئین کی عملداری) جمہوریت وغیرہ یہ سب نئے نظریات تھے جنھوں ہندوؤں نے تو من و عن قبول کر لیا لیکن مسلمانان برصغیر کی اکثریت انھیں اپنی اصلی حالتوں میں قبول کرنے پر تیار نہ

ہوئی۔ لہٰذا ان نظریات کے زیرِ اثر اسلام کے متعلق تین مختلف قسم کے فکری رویے پیدا ہوئے۔ ایک رویہ تو روایتی تھا، دوسرا اصلاحی اور تیسرا عوامی، ان تینوں عوام کا تو عقیدہ اسلامی تصوف کے زیرِ اثر پیروں، فقیروں کی پیروی تھا جو بڑا طبقہ ہے جس کا ملّا اور سیاست دان نے استحصال کیا بلکہ خوب خوب استحصال کیا۔ جہاں تک روایتی رویے کا تعلق ہے اُن کی جنگ اصلاحی نکتۂ نظر رکھنے والوں سے شدید ہوگئی۔ جو اب تک جاری ہے۔ جہاں تک اصلاحی رویے کا تعلق ہے اُس رویے کے افکار کی تشہیر کا ذریعہ بھی اردو زبان بنی۔ اس رویے کے علمبرداروں کا سلسلہ سرسید احمد خان، مولانا شبلی، مولانا الطاف حسین حالی اور اکبر الہ آبادی وغیرہم سے لے کر علامہ اقبال تک چلا آتا ہے۔ ان شخصیات کی اردو تحریروں کے سبب مسلمانِ ہند کی اکثریت نے تین نئے نظریات پیش کیے۔ یعنی دو قومی نظریہ، مسلم قومیت کا تصور اور اسلام کی جغرافیائی شناخت کے لیے خطۂ زمین کا مطالبہ۔ یہ تینوں اجتہادی افکار اسلام کے متعلق اصلاحی اندازِ فکر رکھنے والوں ہی نے پیش کیے اور ایک اعتبار سے ان افکار نے اجماع کی صورت اختیار کر لی۔ غور طلب بات یہ ہے کہ ان تینوں اجتہادی افکار کے سبب تحریکِ پاکستان چلی اور بالآخر قائدِ اعظم محمد علی جناح کی قیادت میں ایک علیحدہ اسلامی مملکت پاکستان کی صورت میں قائم ہوئی۔ تحریکِ پاکستان کا ایک سبب ہندوؤں کی اردو زبان کے خلاف منافرت تھی کیونکہ اردو زبان نے بطورِ اسلام کی علامت کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ ابھی تحریکِ پاکستان نہیں چلی تھی کہ انھوں نے مطالبہ کیا ہندی کو بطورِ سرکاری زبان برصغیر میں رائج کیا جائے۔ اس مطالبے کی مسلمانوں نے مخالفت کی چونکہ وہ اردو ہی کو سرکاری زبان کے طور پر رائج دیکھنا چاہتے تھے۔ پس ظاہر ہے کہ دو قومی نظریے کی تشکیل میں اردو ہندی تنازعے نے مرکزی کردار ادا کیا۔ بعد ازاں مسلم قومیت کے زیرِ اثر اردو نے برصغیر میں مسلمانوں کی زبان کے طور پر شناخت حاصل کر لی اور جب اسلام کی جغرافیائی شناخت پاکستان کی صورت میں وجود میں آئی تو قائدِ اعظم محمد علی جناح نے اردو ہی کو پاکستان کی قومی اور سرکاری زبان قرار دیا۔

یہ حقیقت پاکستانی مسلمانوں پر اردو زبان ہی نے منکشف کی ہے کہ پاکستان میں قومیت کی بنیاد اشتراکِ ایمان ہے۔ اشتراکِ زبان یا اشتراکِ نسل یا اشتراکِ علاقہ نہیں ہے۔

اس اعتبار سے اردو زبان صحیح طور پر عشقِ رسول ؐ کی مظہر ہے کہ اس نے اس جدید زمانے میں ایک ایسی قومیت کے تصور کو جنم دیا جس کے سہارے برصغیر کے مسلمانوں نے پاکستان کی صورت میں ایک الگ اسلامی مملکت کو وجود بخشا۔ اس تصور کے تحت ہی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے اپنے آبائی گھر مکے سے ہجرت کر کے مدینے میں اسلامی ریاست کے انعقاد کی اوّلین سعی فرمائی جس نے دنیا میں پہلی بار مہاجرین اور انصار کے درمیان ایک ایسا رشتۂ اخوت پیدا کیا جس کی نظیر تاریخِ انسانی میں نہیں ملتی۔

بدقسمتی سے قومیت کا یہ تصور جو ہمیں پیغمبرِ اسلام ؐ نے دیا آج عربوں کو ایک قوم نہیں بنا سکا، وہ عرب و عجم اور ترک و عرب کے جھگڑوں میں ہی الجھے ہوئے نہیں بلکہ خود عرب کہلانے والی مسلم ریاستیں بھی ایک دوسرے کی دشمن اور خون کی پیاسی ہیں۔ عربوں نے عرب نیشنلزم کو اپنا کر مسلمانوں میں نفاق اور نفرت کا بیج بویا اور وہ دوسری مسلمان اقوام سے کٹ گئے۔ پھر وہ آپس میں بھی ایک دوسرے سے کٹ گئے۔ چنانچہ خلیج کی اس جنگ میں عربوں نے عربوں کی تکہ بوٹی کی۔ اگر وہ عرب نیشنلزم کی بجائے پیغمبرِ اسلام ؐ کے تصورِ مسلم قومیت پر ہی صاد کرنے یا کریں تو پورا عالمِ اسلام اتحاد کی ایک لڑی میں پرو دیا جا سکتا ہے مگر عربوں کو دوسرے کاموں سے ہی فراغت نہیں کہ وہ مسلم قومیت کے تصور پر ایک عالمگیر قوت بننے کے لیے اسلامی دنیا کے وسائل بروئے کار لانے کی ترکیب کریں۔ اسلامی دنیا کا اتحاد اور اس کے وسائل کی ترقی اور جدید ٹیکنالوجی اور علوم پر دسترس کے ذریعے اسلامی قوت کا احیا ابھی عربوں کا خواب نہیں بنا۔ وہ عرب نیشنلزم کے خول سے باہر نکل کر پورے عالمِ اسلام کی قیادت سنبھالنے کے لیے ابھی مضطرب نہیں ہوئے۔ نیل کی موجوں میں ابھی طغیانیاں پیدا نہیں ہوئیں۔ دجلہ و فرات کی موجوں نے غیر اسلامی قوتوں کے نہنگوں کے نشیمن تہ و بالا کرنے کے لیے سرمستیاں ابھی نہیں سیکھیں۔ فرات کے کناروں کو تو خونِ مسلم کی ایسی چاٹ پڑ گئی ہے کہ سیدنا امام حسین ؓ اور ان کے اہلِ خانہ کے خون کا لگا ہوا چسکا اس نے خلیج کی جنگ میں بے گناہ مسلمانوں کا لہو پی کر پورا کیا ہے۔ کاش دجلہ و فرات کی لہروں میں امامِ مظلوم کا لہو اسلامی رگِ حمیت کو پھڑکا دیتا اور وہ اپنوں پر توپیں اور میزائیل داغنے کی بجائے اسلام کے اصل دشمنوں کی طرف اس کا رخ کرتے۔ عراق کی بے حمیت اور بے صبر قیادت نے ایک ممتاز اسلامی مملکت

کی ایٹمی قوت کو برباد کر کے ہی نہیں رکھ دیا بلکہ پوری اسلامی دنیا کی طاقت کو مسمار کر کے رکھ دیا ہے۔ برصغیر کے کافر نو بیج اسلام کے تصور کی بنیاد پر نہ صرف مسلمان ہوئے بلکہ انھوں نے ایک نئی اسلامی مملکت پاکستان کی صورت میں قائم کر لی۔ یوں دیکھا جائے تو اردو زبان نے اسلامی تہذیب کے فروغ کے سلسلے میں صرف علمی اور ادبی طور پر ہی خدمات انجام نہیں دیں بلکہ عملی طور پر بھی اس زبان نے دنیا بھر میں یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ ایک زبان کے ذریعے دیگر ذرائع کے ساتھ ایک ملک بھی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ عجیب و غریب بات یہ ہے کہ پاکستان کے کسی خطے کی زبان اردو نہیں مگر سارے پاکستان میں اردو بولی، سمجھی اور لکھی جانے کے سبب پورے پاکستان کی زبان ہے۔ پاکستانی قومیت کی بنیاد اشتراک ایمان پر ہے تو اسی اصول پر قائم رہتے ہوئے پاکستانی قوم کی زبان اردو ہے۔ سب سے آخر میں اسلام میں جدیدیت کے فروغ کے سلسلے میں اصلاحی انداز فکر نے مستقبل نے جو شکل اختیار کر لی ہے اس میں بھی اردو زبان ایک اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ مثلاً پاکستان میں جمہوریت کا قیام، انسانی حقوق کی نگہداشت، عدلیہ کی حاکمیت کا اصول، معاشی طور پر ایک جدید جمہوری اسلامی فلاحی مملکت کا قیام، گویا مستقبل میں اخلاقی، سیاسی یا معاشی طور پر اسلام نے جو کردار کم از کم پاکستان میں ادا کرنا ہے اس کے لیے اردو زبان ہی آج کل پیش پیش ہے اور ان موضوعات پر اردو میں جو اتنی کتب شائع ہو رہی ہیں جس سے صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ ساری دنیائے اسلام استفادہ کر سکتی ہے۔ اردو، عربی اور فارسی بلکہ دیگر بہت سی عالم اسلام کی زبانوں سے عمر میں چھوٹی ہے مگر کس قدر حیرت کی بات ہے کہ ہر زبان کے الفاظ کو اپنے اندر جذب کرنے اور ہر طرح کے خیالات کے بیان و ابلاغ پر قدرت رکھنے کی وجہ سے وہ آج عالم اسلام کی سب سے بڑی زبان ہے اور اسلامی تہذیب و تمدن کے فروغ میں سب سے مؤثر ثابت ہو رہی ہے۔